

## مسلمانوں کے خلاف نفرت و تعصب اور نا انصافی آخر تک؟

ڈاکٹر محمد منظور عالم

گذشتہ 2/3 دہائیوں بالخصوص امریکا میں ہوئے 9/11 کے بعد مسلمانوں کے خلاف جو ماحول بنا اس میں ان کے خلاف نفرت اور تعصب کی فضا کو پروان چڑھایا گیا، دہشت گردی کے نام پر نا انصافی کو بڑھایا گیا، ملک کے دستور سے کھلواڑ کر کے قانون کی پامالی کی گئی۔ اس معاملے میں تمام حکومتیں چاہے وہ سیکولر پارٹیوں کی ہی کیوں نہ ہو، شامل ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کھلے طور پر مسلم نوجوانوں کو مختلف ناموں سے گرفتار کیا جا رہا ہے اور کئی معاملوں میں تو دیکھا گیا ہے کہ ان نوجوانوں کو زبردستی اٹھایا جاتا ہے۔

پولیس کے اس رویہ پر قدغن لگانے اور انہیں نظم و ضبط کا پابند بنانے کے مقصد سے سپریم کورٹ نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ پولیس ریفارم کرے۔ لیکن ابھی تک اس فیصلے پر ریاستی حکومتوں نے کوئی پہل نہیں کی ہے۔ آخر حکومت کو اور کیا ثبوت چاہیے، کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آئی جی پولیس خود اس بات کا اعتراف کر رہے کہ مسلم نوجوانوں کو بے گناہ پھنسا یا جا رہا ہے۔ آرڈی نیشن کمیشن کی رپورٹ بول رہی ہے لیکن اس کے باوجود اتر پردیش کی ریاستی حکومت کے ذریعہ پولیس ریفارم کا نہ کرنا عدل و انصاف کا خون ہے۔

ریاست میں سماج وادی پارٹی کو جس جوش و خروش سے مسلمانوں نے ووٹ دیکر کامیاب کرایا تھا اس کے محض ایک سال کے دو راقدر میں تقریباً تین درجن فسادات ہو گئے۔ پولیس حراست میں رہنے کے باوجود خالد مجاہد کی پراسرار انداز میں موت واقع ہوئی۔ ان کے وکیل نے اسے بلا کت قرار دیا جبکہ وزیر اعلیٰ اکھلیش یا دو کہتے ہیں کہ اس کی موت بیماری سے ہوئی۔ اگر وہ بیمار تھا تو اس کا علاج کیوں نہیں کرایا گیا؟ ویسے جیل سپرنٹنڈنٹ کا بھی یہی بیان آیا تھا کہ وہ بیمار نہیں تھا۔ ملک کی سیکولر پارٹیوں جن میں کانگریس، سماج وادی، بہو جن سماج پارٹی اور ترنمول کانگریس وغیرہ شامل ہیں مسلمانوں کو ملک کی ترقی سے دور رکھنا ضروری کیوں سمجھتی ہیں جبکہ فرقہ پرست پارٹی کا تو ذکر ہی کیا جائے۔ کیونکہ اس کی بنیاد ہی مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔ سیکولر پارٹیاں مسلمانوں کو خوف و ہراس میں رکھ کر اپنی حکومت برقرار رکھنا چاہتی ہیں اور ان سے ووٹ لینا چاہتی ہیں۔

مسلمانوں کی جان و مال خطرے میں ہے ان کی حفاظت کے لیے حکومت کی جانب سے ریپڈ ایکشن فورس (آر اے ایف) بنانے کی بات کہی گئی۔ لیکن آج تک اس وعدے کو پورا نہیں کیا گیا۔ آخر تک تک لالی پاپ کو ہتھیار بنایا جاسکتا ہے۔ مسلمان آج بھی تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ اقتصادی طور پر بری طرح بد حال ہیں۔ انہیں امتحان میں مبتلا کرنے اور بے وزن کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آخر ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حکومتیں کوئی ایسے عملی اقدام کیوں نہیں اٹھا رہی ہیں جن سے مسلمانوں کے ان مسائل کا حل نظر آئے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ چاہے ریاستی حکومتیں ہو یا مرکزی حکومت اپنے آپ کو اتنا مجبور محض کیوں مانتی ہیں کہ بیورو کریسی کے ذریعہ پیدا کی جا رہی تفریق اور تعصب کے خلاف کوئی اقدام کیوں نہیں کرتیں جبکہ مسلمانوں کے خلاف ہر میدان میں نا انصافی، تعصب اور تفریق پائی جا رہی ہے۔ مسلمان فطری طور پر عدالتی نظام کو حل کے طور پر دیکھ رہا ہے۔ باوجود اس کے عدالتی نظام پر پورا یقین اور بھروسہ ہے لیکن مسلمانوں کے سلسلے میں عدالت کی جانب سے کم معاملات میں قدم اٹھاتے دیکھا جا رہا ہے۔

اسی کے ساتھ خود مسلمانوں کے اپنے امتحان رچا ہے وہ فکری ہوں، عملی ہوں یا ذات برادری کے ہوں، بہت تشویشناک ہیں۔ اس امتحان

میں مختلف قسم کی انا کام کر رہی ہے۔ یہ فکری، تنظیمی، قدیم ہونے یا دانشور کہلانے یا بیٹے کی انا ہے۔ وہ ہیں ملک کامیڈیا مسلمانوں کے خلاف اگر کچھ بات ہوتی ہے تو خاموشی طاری ہو جاتی ہے اور اگر مسلمانوں میں کوئی ایک بھی ایسا کردار ادا کرے جو فحش کے دائرے میں آتا ہے تو میڈیا کے لیے خوراک بن جاتی ہے۔ اردو میڈیا بھی کبھی کبھی مسلمانوں میں کمی کو تلاش کر لیتا ہے اور اسے اپنے اخبار کے ذریعہ نمایاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکومت مرکز کی ہو یا ریاستوں کی مسلمانوں کے تعلق سے اس نے مختلف کمیشن بنائے اور ان کمیشنوں نے اپنی رپورٹ حکومت کو سونپ دیں لیکن وہ رپورٹیں سورج کی روشنی کم ہی دیکھ پائیں اگر وہ روشنی دیکھ بھی لیتی ہیں تو عمل درآمد کے تعلق سے محض امید میں رہتا ہے۔

ان رپورٹوں پر عمل نہ ہونے کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر مایوسی پیدا ہوتی جا رہی ہے خود حکومت اپنے بنائے کمیشن کی رپورٹ پر عمل نہیں کرتی ہے۔ ان کی جائز شکایتوں پر غور نہیں کیا جا رہا ہے۔ لیکشن کا ماحول بننا ہے تو ایک طرف فسادات کی لہریں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں تو دوسری طرف کچھ سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو دلا سے دیتی ہیں۔ اس طرح مسلمان بچکی کے دو پائوں میں پستے جاتے ہیں۔

یہاں مرکز کی کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت کی 2004 سے لیکر اب تک 9 سالہ کارکردگی کا ابھی حال میں جاری کردہ رپورٹ کارڈ کا ذکر کرنا غیر ضروری اور ناموزوں نہ ہوگا۔ اس دوران مختلف ایٹوز کے تعلق سے اعداد و شمار کی روشنی میں باتیں کی گئی ہیں۔ تشدد اور دہشت گردی کے واقعات کے حوالے سے اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں نمایاں طور پر کمی آئی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا گیا ہے کہ 2004 میں جموں و کشمیر میں تشدد و دہشت گردی کے 2565 واقعات ہوئے جو کہ 2012 میں کم ہو کر 220 پر آ کر رک گئے۔ اس طرح مکمل متاثرہ علاقوں میں 2004 میں 1533 کے بمقابلہ 1412 واقعات کچھ کم ہوتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ جہاں تک ماتھ ایسٹ کا معاملہ ہے وہاں بھی 9 سال قبل 1124 اس طرح کے واقعات رونما ہوئے تھے جبکہ گذشتہ برس یہ صرف 214 ہوئے۔ جہاں تک تشدد کے واقعات کے اعداد و شمار کا معاملہ ہے اس میں تعداد کے لحاظ سے کمی یقیناً محسوس ہوتی ہے مگر ہیئت، نوعیت اور شدت کے لحاظ سے انھیں ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات بذات خود کم حیرت ناک نہیں ہے کہ اس دوران وقوع پذیر 31 دہشت گردانہ حملے جن میں 850 افراد جاں بحق ہوئے اس رپورٹ کا ذکر میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس اہم سوادہ میں تشدد و دہشت گردی کے ان واقعات کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ کیا ان کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو پھر ان واقعات کو لیکر بے گناہ و مہموم مسلم نوجوانوں کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں ہیں ان کا بھی ذکر کرنا پڑتا۔ لیکن یہ ذکر کرتے وقت حکومت کو اپنی کارکردگی بتانے کا موقع تو ملتا کہ اس دوران بے قصور مسلم نوجوانوں کو جھیلے برسہا برس قید و بند کی زندگی بغیر کسی قصور کے کیوں نہ گزارنا پڑا کی عدالتوں کے ذریعہ رکھا جائے گا کر بیٹ لیتی اور اس طرح جہاں ایک جانب گذشتہ 9 برسوں میں مسلم نوجوانوں کی گرفتاری کی صحیح تعداد آ جاتی وہاں دوسری جانب قصور نہ ثابت ہونے پر رکھا کیے گئے افراد کی فہرست بھی دیکھنے کو ملتی۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ متعدد حقوق انسانی تنظیموں، بعض سیاسی پارٹیوں اور مسلم تنظیموں بشمول آل انڈیا ملی کونسل کے مطالبہ کے باوجود گرفتار شدگان کے تعلق سے کسی چیو ڈیشیل کمیشن کی تشکیل نہیں کی جاسکی اور مسلم نوجوانوں پر ظلم و ستم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

اب تو صورتحال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اتر پردیش کے سابق آئی جی پولیس ایس آر داپوری کا سنسی خیز انکشاف سامنے آیا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ جانچ ایجنسیوں کی قید میں اس وقت کئی مسلم نوجوان ہیں جو اپنے اپنے ضلع سے لاپتہ ہیں جن کی خبر ابھی تک ان کے اہل خانہ کو نہیں ہے کیونکہ جانچ ایجنسیوں نے ان کو اغوا کر کے اپنے خفیہ مقام پر رکھا ہے تا کہ وقت آنے پر ان کو کسی دھماکے میں شامل کر سکے۔ سابق پولیس افسر کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان لڑکوں کو فٹز ری کھانے اور پیشاب پینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پولیس افسروں کے اشارے پر ہی بے قصوروں کو



نا جائز ٹینچہ وغیرہ دکھا کر جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ خالد مجاہد اور طارق قاسمی وغیرہ کو جس وقت گرفتار کیا گیا تھا ان کے پاس کچھ نہیں تھا اس کے عوض میں وکرم سنگھ نے ان لوگوں سے 5 لاکھ روپے کا مطالبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ دو لاکھ روپے دو چھوڑ دیا جائے گا اور تمہاری جگہ دوسرے کو پھنسا لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں معروف صحافی اشیش کھیتان کے نیوز پورٹل غلیل ڈاٹ کام نے بھی 18 مئی کو پوسٹ کی گئی خصوصی رپورٹ میں اسی قسم کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس کی تحویل میں آدھے درجن سے زیادہ دہشت گرد مخالف ایجنسیوں کے اندرونی دستاویز آئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت جان بوجھ کر معصوم افراد کو پراسیکیوٹ (Prosecute) کر رہی ہے اور ان کی معصومیت و بے گناہی کے ثبوت کو کورٹ کے سامنے نہیں آنے دے رہی ہے۔ اس نیوز پورٹل کے مطابق اس نے 7111 بڑے دہاکہ، پونے جرمن بیکری، دہاکہ، 2006 کے مالیکا وں دہاکہ جیسے تین دہشت گرد معاملات کی تفتیش کرتے ہوئے پایا کہ 21 مسلمانوں کو نارجہ اور حرماں کیا گیا اور مفروضہ و غلط ثبوت کی بنیاد پر پٹرائل کے لیے بھیجا گیا اور بعد میں جب انکی بے گناہی کے قابل تر دید ثبوت ابھر کر سامنے آئے تو اسے کنارے لگا دیا گیا یا عدالتوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی نیز یہ خبر بھی آئی ہے کہ این اے آئی کی ویب سائٹ پر ابھی بھی 2006 میں مالیکا وں دہاکہ کے ملزمین میں سے 17 افراد کو گڈ شٹ برس ایک عدالت کے ذریعہ ضمانت پر رہا کرنے کے خبر ہنوز نہیں ڈالی گئی ہے، اور ان کے اسماء مذکورہ ویب سائٹ کی چارج شیٹ شدہ افراد کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جبکہ این آئی اے اس ہفتہ کے شروع میں چارج شیٹ پر نظر ثانی کرتے ہوئے 2006 کے مالیکا وں ہم دہاکہ جس میں 30 افراد ہلاک ہوئے تھے ایک ہندو دہشت گرد گروپ سے تعلق رکھنے والے چار افراد کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے۔

ملک کے اندر پائی جانے والی یہ صورت حال ہے جس سے ایک مخصوص کمیونٹی بالخصوص اس کے نوجوان اپنے آپ کو محفوظ نہیں پارہے ہیں اور خوف و ہراس کی فضا میں رہ رہے ہیں۔ اس غیر یقینی صورتحال کا ہندو سامان جیسے جمہوری ملک میں ختم ہونا لازمی ہے یہ وہ بات ہے جس کی ضمانت خود ہمارے ملک کا آئین دیتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ملک کی سیاسی پارٹیاں اس معاملہ میں آگے بڑھ کر عملی دلچسپی لیں گی؟ محض انتخابات سے کچھ دن قبل کیے گئے وعدوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ اتر پردیش و دیگر ریاستوں میں اسمبلی انتخابات سے قبل کیے گئے وعدوں سے ثابت ہو چکا ہے۔ سیاسی پارٹیوں کے لیے یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ انھیں یہ طے کرنا ہے کہ وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے تحفظ کے تعلق سے کتنا سنجیدہ ہیں اور کتنا آگے بڑھتی ہیں۔

(مضمون نگار آل انڈیا ملی کونسل کے سیکریٹری جنرل ہیں)